© rasailojaraid.com

جناب عبدالرؤف ظفر

علمِ تفسیر اور اس کی شرائط

قرآن مجید کے پہلے مخاطب اگرچہ اہل زبان تھے لیکن پھر بھی قرآن مجید جیسی ہمہ پہلو کتاب کی وضاحت اور تفسیر کی ضرورت تھی۔ اس لئے علم تفسیر کی ابتدا نزولِ قرآن ہی سے ہو چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود قرآن کے پہلے مفسر تھے۔ جتنا قرآن مجید نازل ہوتا، آنحضرتؐ اس کی تشریح فرما دیتے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ قرآن مجید کی وضاحت کرتے۔ اس ضمن میں خاص کر خلفائے راشدینؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے نام مشہور ہوئے[1]۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات مفسر ضرور تھے لیکن خاص بات یہ تھی کہ قرآن کی شرح میں موشگافیوں اور الجھنوں میں نہیں پڑتے تھے بلکہ وہ سادہ انداز میں قرآن کو سمجھتے تھے ان کا سمجھنے کا انداز فلسفیانہ نہیں تھا۔

اموی عہد میں عربی ماحول اور زبان کے عروج کی وجہ سے بھی تفسیر کی زیادہ ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن عہد عباسیہ میں عجمیوں کے اختلاط اور فلسفیانہ موشگافیوں کے سبب اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ تفسیر ایک باضابطہ علم کی صورت میں لوگوں کے سامنے آئے تاکہ کوئی شخص قرآن مجید کے معانی کو غلط رنگ دے کر امت کو گمراہ نہ کر سکے۔ چنانچہ اس علم نے ایک مدون علم کی صورت اختیار کی اور مختلف پہلوؤں سے اس کی خدمت کی گئی اور اس سے یہ انتہائی وسیع علم بن گیا اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق اس میں تفصیلات کا اضافہ ہوتا گیا اور ہوتا جائے گا۔

لفظ تفسیر:

لفظ تفسیر "فسر" سے نکلا ہے اور باب تفعیل کا مصدر ہے اور اس کے معنی واضح کرنے اور کھولنے کے ہیں۔[2]

---

[1] احکام من القرآن والسنہ صہ ۸ ۔ [2] الاتقان فی علوم القرآن جلد ۲ صہ ۱۷۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ تاج اللغۃ میں لکھا ہے:

"الفسر البیان وقد فسرت الشئ افسرہ بالکسر فسراً والتفسیر مثلہ واستفسرتہ کذا ای سألتہ ان یفسرہ لی والفسر نظر الطبیب الی الماء وکذالک التفسرۃ واظنہ مولدا"۔[1]

"فسر" کے معنی بیان کرنے کے ہیں۔ میں نے کسی چیز کی تفسیر کی یعنی وضاحت کی۔ باب "ضرب یضرب" (فعل یفعل) سے کسر کے ساتھ ہے۔ تفسیر کے یہی معنی ہیں۔ میں نے اس سے استفسار کیا یعنی اس سے کہا کہ مجھے کھول کر بتائے۔ "فسر" کے معنی طبیب کا اس پانی کو دیکھنا ہے جو بیماری لاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تاج اللغۃ کے مصنف کہتے ہیں کہ لفظ "تفسرہ" بعد کی پیداوار ہے۔ تفسیر اس سے نہیں بنا۔ بلکہ اصل مادہ "فسر" ہے۔

۳۔ الفسر البیان: "فسر الشئ یفسرہ بالکسر، ویفسرہ بالضم، فسرا وفسر: ابانہ والتفسیر مثلہ۔

"قال ابن الاعرابی: التفسیر والتاویل والمعنی واحد وقولہ عزوجل:

"واحسن تفسیرا" والفسر: کشف المغطی التفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل والتاویل ود احد المحتملین الی ما یطابق الظاہر واستفسرتہ ای سألتہ ان یفسر لی"۔[2]

"فسر" کے معنی بیان کرنے کے ہیں۔ یہ باب "فعل یفعِل بکسرہ" اور "فعل یفعُل بضم" دونوں سے آتا ہے۔ اس نے واضح کیا تفسیر کے معنی اس طرح ہیں۔ ابن الاعرابی نے کہا تفسیر اور تاویل کے ایک ہی معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول "واحسن تفسیرا" ہے "فسر" بند چیز کو کھولنا۔ تفسیر کا مطلب مشکل الفاظ سے پردہ اٹھانا مراد ہے۔ "استفسرتہ" کا مطلب ہے میں نے اسے کہا کہ وہ مجھے واضح کر دے۔

قدماء کی رائے ہے کہ لفظ تفسیر کے معنی وضاحت کے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک تفسیر کی تعریف گھڑنے کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے موضوع و مسائل بیان کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تفسیر چند قواعد کا نام نہیں ہے جیسا کہ دیگر علوم میں میسر آجاتے ہیں۔ اس بنا پر تفسیر کی توضیح میں یہ کہنا کافی ہے:

"انہ بیان کلام اللہ"

"تفسیر کتاب اللہ کے مطالب بیان کرنے کا نام ہے"۔[3]

---

[1] الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ جلد ثانی ص۷۸۱۔ [2] لسان العرب ج۵ ص۵۵۔ [3] التفسیر والمفسرون ص۱۲، ج۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متقدمین نے علوم یا مطالعاتِ شرعیہ کو حسب عادت کسی نہ کسی اعتبار سے ایک ضابطے کی صورت میں جمع کر دیا۔ انہی میں سے تفسیر بھی ایک علم ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ علوم شرعیہ میں یا الفاظِ قرآن کے تلفظ صحت سے بحث کرنا علم قرأت کہلاتا ہے اور حدیث نبویؐ کے الفاظ و سند کے اعتبار سے جانچ پڑتال علم حدیث ہے۔ قرآن کے مطالب و مقاصد کا اظہار ہی علم تفسیر ہے۔ یہ ایک سادہ سی تعریف ہے۔ علامہ زرکشیؒ نے البرہان میں علم تفسیر کی مختصر تعریف یوں کی ہے:

"علم یعرف بہ فہم کتاب اللہ المنزل علیٰ نبیہ محمد وبیان معانیہ واستخراج احکامہ وحکمہ" [1]

"وہ علم جس میں قرآن مجید کا فہم حاصل ہو اور اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جا سکے۔"

اسی طرح ایک اور تعریف یہ ہے:

"علم یبحث بہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتہا و احکامہا الافرادیۃ والترکیبیۃ و معانیہا التی تحمل علیہا حالۃ الترکیب" [2]

یعنی "تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے، انکے مفہوم، ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں۔"

تفسیر کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

"التفسیر لغۃ الاستبانۃ والکشف" [3]

"تفسیر کے لغوی معنی بیان کرنا اور کھولنا ہیں۔"

التفسیر فی الاصطلاح:

"علم نزول الآیات و شئونہا و اقاصیصہا والاسباب النازلۃ فیہا ثم ترتیب مکیہا و مدنیہا و محکمہا و متشابہہا و ناسخہا و منسوخہا و خاصہا و عامہا و مطلقہا و مقیدہا و

---

[1] البرہان فی علوم القرآن ج۱، ص۱۳، [2] تفسیر بحر المحیط جلد اول ص۱۴
[3] کتاب البدر القیط من بحر المحیط ج۱ ص۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجملها و مفسرها وحلالها وحرامها و وعدها و وعیدها وامرها ونهیها وعبرها وامثالها" ؎۱

اصطلاح میں "تفسیر نزولِ آیات اور ان کی حالت، قصص، اس کے نزول کے اسباب، مکی مدنی کی ترتیب، محکم متشابہ کا بیان، ناسخ و منسوخ، خاص اور عام، مطلق اور مقید، مجمل اور مفسر، حلال اور حرام، وعد اور وعید، امر اور نہی اور عبرت اور مثال کا ذکر ہوتا ہے"۔

تفسیر کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

"ان تفسیر القرآن هو بیان الکنوز والذخائر الثمینة التی احتواها لاصلاح البشریة: کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوا الالباب" ؎۲

"قرآن مجید کی تفسیر ان قیمتی خزانوں اور ذخیروں کا بیان ہے جن کو اس نے اصلاح بشریت کے لئے گھیر رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا تاکہ اس کی آیات میں تدبر کریں اور اہل عقل نصیحت پکڑیں"۔

تفسیر کی ایک تعریف یہ بھی ہے:

"علم یبحث فیه عن احوال القرآن المجید من حیث دلالته علی مراد الله تعالی بقدر الطاقة البشریة" ؎۳

"ایسا علم جس میں قرآن مجید کے احوال پر بحث ہوتی ہے۔ دلالت کے لحاظ سے انسانی طاقت کے اندازے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مراد بیان ہوتی ہے"۔

"TAFSIR: IN ISLAM THE [illegible] MEANS PARTICULARLY THE COMMENTARIES ON THE QURAN AND THE SCIENCE OF INTERPRETING THE SACRED BOOK" ؎۴

المختصر مندرجہ بالا تمام تعریفوں کا لب لباب یہی ہے کہ تفسیر قرآنی علوم و معانی کو کھول کر بیان

؎۱ تفسیر الاتقان ج۲ ص۱۷۴ ؎۲ احکام من القرآن والسنة ص۳ ؎۳ منهج الفرقان ج ص۶ بحوالہ التفسیر والمفسرون ج۱، ص۱۳

؎۴ SHORTER ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM P. [illegible]

TAFSIR [illegible] KA ME [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کا نام ہے۔

تفسیر و تاویل میں فرق :

تاویل کا مادہ اول ہے جس کے معنی رجوع کرنا ہیں۔ گویا یہ آیت کو اس طرف لے جاتی ہے جس چیز کا معانی تقاضا کرتے ہیں:

"فکانہ صرف الآیۃ الی ما تحملہ من المعانی" [1]

صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ "تاویل القرآن" سے مراد اس کی توضیح اور تشریح ہے۔ تاویل خواب کی تعبیر کو بھی کہتے ہیں۔ قاموس العصری (عربی۔ انگریزی) میں ہے

تفسیر کے معنی ہیں:

۲۔ (مآل) اور نتیجہ [2]

قرآن کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تاویل کا لفظ متعدد آیات میں، مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ایک جگہ یہ الفاظ ہیں:

"ھل ینظرون الا تاویلہ یوم یاتی تاویلہ" (الاعراف: ۵۳)

اس آیت میں تاویل سے مراد واقعہ ظہور پذیر ہونا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے:

"وما نحن بتاویل الاحلام بعالمین" (یوسف: ۴۴)

"اور ہم خوابوں کی تاویل جاننے والے نہیں ہیں"

یہاں تاویل سے تعبیر خواب مراد ہے۔

تاویل کا اصطلاحی مفہوم سلف کی نگاہ میں :

علمائے سلف کے ہاں تاویل سے دو معانی مراد لئے جاتے ہیں۔ اول: کلام کے معنی و مفہوم کو واضح کرنا خواہ وہ ظاہری کلام کے موافق ہو یا مخالف اس صورت میں تاویل و تفسیر مترادف ہیں۔ مشہور تابعی مجاہد جیسے کہتے ہیں کہ: علماء قرآن کی تاویل کو جانتے ہیں تو ان کی مراد تاویل سے تفسیر ہی ہے امام طبری کی بھی یہی رائے ہے:

"ھذہما مترادفان لذا لک نجدہ دائما یقول فی تفسیرہ القول فی تاویل قولہ تعالیٰ کذا۔ ویرید من التاویل التفسیر" [3]

یعنی "یہ دونوں الفاظ (تفسیر اور تاویل) مترادف ہیں اس لئے ہمیشہ ان کو تفسیر میں اس طرح کہتے ہوئے پاتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے قول کی تاویل میں یہ ارشاد ہے"!

---

[1] الاتقان ج۲، ص۱۷۳، [2] القاموس العصری عربی انگریزی [3] احکام من القرآن ص۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوم: علمائے سلف کی رائے میں کلام سے جو مفہوم مراد ہے وہی تاویل ہے اس لفظ سے بھی تاویل اور تفسیر مترادف ہی ہوگئے اور کچھ عرصہ تک (غالباً چوتھی صدی تک) لفظ تاویل تفسیر کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا، چنانچہ ابن قتیبہ کی کتاب "تاویل مشکل القرآن" (تفسیر کی معروف کتاب) اسی دور میں لکھی گئی۔

یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ اسی وحی کے لئے جو رسول اللہ پر نازل ہوئی تھی یا بالفاظ دیگر قرآن کریم کے لئے استعمال ہوا جب تک لفظ تاویل تفسیر کے مترادف رہا، عام طور پر علماء ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں تھوڑا سا یہ فرق کرتے تھے کہ تفسیر کا لفظ تاویل سے عام ہے جس کا استعمال جملوں اور معانی کی توضیح کے لئے ہوتا تھا۔[1]

لیکن یہ فرق سب علماء کے نزدیک مسلم نہیں تھا۔ جیسا کہ ابن قتیبہ کی کتاب "تاویل مشکل القرآن" سے ظاہر ہے کیونکہ اس کا موضوع اکثر و بیشتر مشکل الفاظ کی تشریح ہے۔

بعد میں فقہائے "تاویل" کے معنی کچھ اور ہی مقرر کر لئے۔ یعنی کسی آیت یا حدیث سے ایسے معانی کا استنباط کرنا جو الفاظ کے ظاہری معنوں سے مختلف ہوں۔ لہٰذا علماء کی عبارت میں اکثر اس قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت یا حدیث اتنی صریح ہے کہ اس کی تاویل کی گنجائش نہیں یعنی اس کے کوئی معنی اس کے ظاہری معنوں کے خلاف ہو ہی نہیں سکتے۔ بعد میں مسلمانوں میں ایسے فرقے پیدا ہوگئے جو سنت کی راہ سے ہٹ گئے مثلاً بعض صوفیوں، اخوان الصفا اور بعض اہل تشیع وغیرہ نے تاویل کو اپنے ذاتی رجحانات اور میلانات کے جواز کے لئے ایک بہت مؤثر آلہ کار بنایا۔ آسان الفاظ میں تفسیر قرآن مجید کی شرح کو کہتے ہیں اور تاویل اس کا مترادف ہے۔

ضرورت تفسیر:

قرآن مجید کے نزول کے آغاز ہی سے تفسیر بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی کیونکہ وحی کا آغاز بذات خود نئی بات تھی جس کے متعلق کئی سوالات پیدا ہوتے تھے اگرچہ قرآن مجید اپنی آیات کے متعلق یہ کہتا ہے کہ وہ آیات بینات ہیں:

"بل هو آیات بینات"[2]

"اور یہ کہ یہ کتاب المبین ہے"[3]

مگر چونکہ کتاب الٰہی کے بھی بعض مقامات ایسے ہیں جو اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی تفسیر بیان کی جائے۔ چنانچہ ہم علامہ ابن خلدون کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں کہ:

[1] احکام من القرآن ص۲ [2] العنکبوت ۴۹ [3] یوسف ۱

© rasailojaraid.com

"ان القرآن نزل بلغة العرب وعلیٰ اسالیب بلاغتھم فکانوا کلھم یفھمونہ و یعلمون معانیہ فی مفرداتہ و تراکیبہ" ۱؎

"قرآن مجید لغت عرب میں نازل ہوا اور ان کے اسلوب بلاغت کے مطابق نازل ہوا۔ وہ تمام اس کو سمجھتے تھے اور اس کے مفرد اور مرکبات کے معنی ان پر واضح تھے۔"

آگے جا کر اگرچہ وہ خود بھی اس بات کی تردید کرتے ہیں!

ہمیں معلوم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صحابہ کرامؓ کی سمجھ میں بعض الفاظ اور جملوں کا مقصود و مدعا نہیں آیا تھا۔ قرآن مجید کی رمضان شریف کے متعلق آیت نازل ہوئی:

"فکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر" (البقرۃ: ۱۸۷)

کہ "اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک تمہارے لئے فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو۔"

تو حضرت عدی بن حاتم نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگہ رکھا تاکہ ان کا امتیاز صبح تک کر سکیں۔ آنحضرتؐ کو پتہ چلا تو ان کو سمجھایا کہ اس سے مراد یہ دھاگہ نہیں۔ بلکہ عدیؓ سے فرمایا، تمہارا تکیہ تو بہت بڑا ہے (جس میں افق سما گئے):

"ان وسادک اذا لعریض بل ھو سواد اللیل وبیاض النھار" ۲؎

"بلکہ یہ تو رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔"

اسی طرح لفظ ظلم کے معنی کے بارے میں الجھن پیدا ہوئی قرآن مجید میں ہے:

"الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون۔" (الانعام: ۸۲)

اس آیت میں صحابہ ظلم سے مراد عام زیادتی سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد شرک ہے قرآن مجید کی ایک آیت بھی اس بات کی وضاحت کرتی ہے:

"ان الشرک لظلم عظیم۔" (لقمان: ۱۳)

"شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

یہ پورا واقعہ احادیث اور کتب تفسیر میں بھی موجود ہے۔ ۳؎

۱؎ مقدمہ ابن خلدون ج۱ ص۳۳۶ الفصل الخامس ۲؎ بخاری شریف جلد دوم ص۶۴۷ ۳؎ بخاری شریف جلد ۲ ص۶۰۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان دونوں مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل زبان لوگوں کو بھی اس کتاب کی آیات کا مفہوم سمجھنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ بھی درجات کے لحاظ سے فہم القرآن کے معاملہ میں برابر نہ تھے جب آیت "الیوم اکملت لکم دینکم" (المائدہ ۵:۳) نازل ہوئی تو صحابہ کمالِ دین پر خوش ہوئے، لیکن حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہنے لگے کمال کے بعد نقص آتا ہے۔ آنحضرتؐ دنیا سے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ ۸۱ دن زندہ رہے۔[1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ اکیلے نے سورۃ النصر کے نزول سے حضرت عمرؓ کو حضورؐ کی وفات کے متعلق بتایا۔[2]

خود صحابہ کرامؓ کوشش سے فہم القرآن حاصل کرتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

"قال الرجل منا اذا تعلم عشر آیات لم یجاوزهن حتی یعرف معانیهن والعمل بهن"۔[3]

"جب ہم میں سے کوئی دس آیات پڑھ لیتا تو اس وقت ان سے آگے نہ جاتا جب تک ان کے معانی نہ جان لیتا اور ان پر عمل نہ کر لیتا۔"

حضرت سعید بن جبیرؓ کا قول ہے:

"من قرء القرآن ولم یفسره کان کالاعمی او کالاعرابی الجاهل الذی لم یتعلم"۔[4]

"اندھے یا ان پڑھ کی مانند وہ شخص ہے جو قرآن پڑھ لے لیکن تفسیر نہ جانے"۔

ان امور کے پیشِ نظر عہدِ اسلامی کے شروع ہی سے قرآن مجید کے بیان اور اس کی تفسیر کی ضرورت پڑی اور اس علم کی ضرورت کے بارے میں "الاتقان" میں کچھ اس طرح سے روشنی ڈالی گئی ہے:

"شرفِ حاجت کے لحاظ سے ہر کمال خواہ دینی ہو یا دنیوی اور خواہ عاجل ہو یا آجل شرعی اور دینی علوم پر موقوف ہے اور یہ علوم و معارف کتاب اللہ پر موقوف ہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں زیادہ تر آیات محکمات ہیں جو اصولِ دین اور احکام شریعت

---

[1] الموافقات جلد نمبر ۳، ص ۳۸۴۔ [2] بخاری شریف۔ کتاب التفسیر جلد دوم ص ۷۴۳۔ [3] احکام من القرآن ص ۵ استاذ عبد العظیم۔ [4] احکام من القرآن ص ۶ استاذ عبد الدایم۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مبنی ہیں۔ ان کا سمجھ لینا جمہور کے لئے آسان ہے مگر ان کے ساتھ ساتھ متشبہات بھی ہیں جن کو "راسخون فی العلم" ہی سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کی آیات بھی ہم سے اس بات تقاضا کرتی ہیں۔ کہ ہم قرآن مجید کی تشبیہ کی توجیہ دیں مثلاً:

۱۔ "واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم" (النساء: ۸۲)

"اور جب آتی ہے ان کے پاس بات امن کی یا ڈر کی، پھیلاتے ہیں اس کو اور اگر پھیرتے طرف رسول ؐ اور اولی الامر کی تو تحقیق کرنے والے جان لیتے۔"

۲۔ "افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها" (محمد: ۲۴)

"کیا وہ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟"

۳۔ "كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا آياته وليتذكر اولوا الالباب" (ص: ۲۹)

"ہم نے بابرکت کتاب آپؐ پر نازل کی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔"

ایاس بن معاویہ کا قول ہے:

"مثل الذين يقرؤن القرآن وهم لا يعلمون تفسيره كمثل قوم جاءهم كتاب من ملكهم ليلا وليس عندهم مصباح فتداخلتهم روعة ولا يدرون ما في الكتاب ومثل الذي يعرف التفسير كمثل رجل جاءهم بمصباح فقرؤا ما في الكتاب"۔ [1]

"ان لوگوں کی مثال جو قرآن کو پڑھتے ہیں لیکن تفسیر نہیں جانتے اس قوم کی مانند ہے جن کے ملک سے رات کے وقت خط آئے۔ ان کے پاس شمع نہ ہو، نہ ایسی روشنی داخل ہو جس سے دیکھا جا سکے کہ خط میں کیا لکھا ہے؟ اور تفسیر جاننے والے کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو ان کے پاس شمع لے کر آجاتا ہے اور وہ پڑھ لیا جو کتاب میں ہے۔

موجودہ دور میں تفسیر قرآن کی از حد ضرورت ہے۔

[1] احکام من القرآن والسنۃ ص۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقسامِ تفسیر:

ہر علم جب ارتقائی منازل طے کرتا ہے تو اس کی فروعات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں جن سے اس کی پہچان کی جاتی ہے کسی بھی لفظ کی تعبیر یا تشریح دو طرح سے ہوتی ہے یا تو اس کے الفاظ کی بناوٹ پر بحث کی جاتی ہے اس کا انحصار سینہ بہ سینہ روایات پر ہوتا ہے یا اس کی تعبیر اس کے مفہوم سے کی جاتی ہے اس میں منطق یا عقل کا استعمال زیادہ ہوتا ہے علم تفسیر کا بھی یہی حال ہے لہٰذا اس کی بھی دو قسمیں ہو گئیں۔

اگر تفسیر محض روایات کی بنا پر ہو تو اسے تفسیر بالروایۃ یا تفسیر بالماثور کہا جاتا ہے۔ اگر تفسیر منطق یا عقلی بنیادوں پر کی جائے تو اس تفسیر کو تفسیر بالدرایۃ کہا جاتا ہے۔

(۱) تفسیر بالروایۃ:

ایسی تفسیر جس میں حضورؐ کے وہ الفاظ جمع کئے گئے ہیں جو سلف سے منقول ہوئے تھے اس قسم کی تفسیر کے تحت لوگوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ تفسیر میں صرف توقیفی باتیں کہیں یعنی وہ جو حضورؐ سے بذریعہ نقل مروی ہوں چنانچہ پہلی قسم جو تفسیر کی وجود میں آئی وہ مبنی بر روایت تھی جسے تفسیر ماثور یا تفسیر اثری یا تفسیر نقلی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس طریقہ سے وہ تمام باتیں جمع ہوتا تھیں جو کہ صحابہ اور تابعین سے نقل پر منحصر تھیں۔ چنانچہ متقدمین نے اس طریقے سے تمام روایتیں جمع کر دیں جس سے ان کی کتابوں میں ایسی روایتیں بھی جمع ہو گئیں جن میں صحیح و غلط مقبول ہر قسم کی باتیں تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بدوی تھے اور عرب امیّ تھے۔ چنانچہ عرب جب اہل کتاب سے کچھ پوچھتے تو وہ درست نہ بتا سکتے اور جب یہ اہل کتاب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو لوگ ان کی باتوں پر یقین کر لیتے۔ لیکن ان کے پاس کوئی سند نہ ہوتی۔ اس لئے اس طریقہ سے روایت میں غلط یا صحیح باتیں شامل ہو گئیں پھر مفسرین تفاسیر میں (ان منقول روایات کی) تنقید و تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن میں علمائے متاخرین میں سے ابو محمد بن عطیہ مغربی کا نام سرِ فہرست ہے۔ چنانچہ انہوں نے تمام تفاسیر پر ناقدانہ نظر ڈالی اور رطب و یابس کو چھانٹ کر جہاں تک ممکن ہو سکا صحت کے قریب روایتیں اختیار کرتے ہوئے خود ایک تفسیر لکھی۔ جو مغرب و اندلس میں پسندیدہ نظر سے دیکھی گئی پھر قرطبی نے ان کی روش اختیار کرتے ہوئے تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی۔ جس نے مشرق میں شہرت عام اور مقبولیت حاصل کی۔ تفسیر بالماثور کی درج ذیل کتب مشہور ہیں:

۱۔ جامع البیان عن تاویل القرآن۔
۲۔ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر۔
۳۔ معالم التنزیل للبغوی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ﷺ الدر المنثور للسیوطی رحمہ اللہ

تفسیر بالدرایۃ :

اسلامی معاشرہ میں فلسفہ، منطق اور لغت و ادب نے ... اور اس کے مختلف شعبے پیدا ہونا شروع ہوئے تو تفسیر بالدرایۃ وجود میں آئی۔ تفسیر کی اس قسم میں زبان و ادب کے محور پر بحثیں گردش کرتی ہیں۔ تاکہ لغت و اعراب اور بلاغت کو جتنا دخل مقاصد و اسالیب کے مطابق معنی ادا کرنے میں ہے، ان کی معرفت حاصل ہو جائے لو تفسیر کی یہ قسم اول الذکر قسم سے کوئی جداگانہ حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ لغت و اعراب اور بلاغت سے تو بحث ہو اور قرآن کے معانی اس کے قصص اور واقعات و حوادث وغیرہ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان سب کو ترک کر دیا جائے اور کچھ تفاسیر ایسی بھی ہیں جن میں لغت و اعراب اور بلاغت کے عناصر کو کافی حد تک غلبہ حاصل ہے۔ اس قسم کی تفاسیر میں سے بلند پایہ تفسیر زمخشری کی ہے اور اس کا نام الکشاف ہے تفسیر بالدرایۃ کو تفسیر بالرأی بھی کہتے ہیں۔

مشہور کتب :

۱۔ مفاتیح الغیب المشہور تفسیر رازی۔

۲۔ البحر المحیط، لابی حیان۔

۳۔ الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل وجوہ التاویل (زمخشری)

شرائط تفسیر :

اگرچہ قرآن مجید اپنی لغت آسان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"ولقد یسرنا القرآن للذکر" (القمر: ۱۷)

"ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ لیکن کوئی نصیحت لینے والا بھی ہو۔"

لیکن اس کے باوجود اس نے خود علم کے اعتبار سے لوگوں میں تفریق کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"لعلمہ الذین یستنبطون منھم" (النساء: ۸۳)

"اس کو وہی لوگ جانتے ہیں جو احکام کا استنباط کر سکتے ہیں۔"

بہر حال قرآن مجید کی تشریح کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے بلکہ اس کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے کچھ شرائط اور اصول ہیں۔ جن کو جاننے کے بعد ہی ایک شخص قرآن مجید کی تفسیر کرنے کا اہل ہو سکتا ہے۔

لہ احکام من القرآن ص ۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تفسیر کے لیے ضروری علوم :

تفسیر کے لئے ضروری علوم درج ذیل ہیں :

۱۔ علم القرآن: مفسر کے لئے ضروری ہے کہ قرآن پاک کا مکمل علم اس کے پاس ہو۔ مثلاً ایک فرد اگر تفسیر کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جانتا ہو کہ کن آیات نے کون سی آیات کی تفسیر کی ہے۔ کیونکہ قرآن پاک اپنی تفسیر خود بھی کرتا ہے۔ بعض مقامات پر چیزیں مجمل ہوتی ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں ہی دوسری جگہ پر ان کی وضاحت ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق آیات بھی قرآن پاک میں مختلف مقامات پر ہیں۔ واقعہ معراج کو سورہ بنی اسرائیل سے نہیں سمجھا جا سکتا جب تک ساتھ سورۃ النجم کو نہ ملایا جائے۔

۲۔ حدیث نبویؐ : مفسر کے لئے علم حدیث میں مہارت بھی ضروری ہے یعنی اس عالم کی نظر سے حدیث کا پورا ذخیرہ گذرا ہوا ہو تاکہ تفسیر کرتے ہوئے کوئی مسئلہ اس کی نظر سے اوجھل نہ ہو۔ آنحضرتؐ خود قرآن مجید کے پہلے مفسر تھے۔ آپؐ پر جو وحی نازل ہوتی۔ آپؐ فوراً لوگوں کو بتاتے جیسے قرآن مجید میں مذکور ہے :

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم" (النحل : ۴۴)

"اور آپ پر ہم نے یہ ذکر نازل فرمایا تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کہ ان کی طرف اترا ہے۔"

آنحضرتؐ کی سنت قرآن مجید کی شارح ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے :

"کل ما حکم بہ رسول اللہ فھو مما فھمہ من القرآن"۔

یعنی "جس چیز کا آنحضرتؐ نے فیصلہ فرمایا وہ آپؐ نے قرآن مجید سے سمجھ کر فرمایا"۔

کیونکہ ارشاد ربانی ہے :

"انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ" (النساء: ۱۰۵)

"ہم نے آپ پر بھیجی کتاب نازل کی تاکہ آپؐ اللہ کی راہنمائی میں لوگوں میں فیصلہ فرمائیں"۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ یعنی السنۃ" [1]

"خبردار مجھے قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس کی مثل دیا گیا ہے یعنی سنت"

---

[1] الاتقان جلد نمبر ۲ ص۱۷۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ اقوال صحابہ: مفسر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کے اقوال سے پوری طرح بہرہ ور ہو۔ تفسیر کے سلسلہ میں صحابہ کرام کے اقوال کو دوسرے لوگوں کی تفاسیر پر ترجیح دے۔

۴۔ اسباب نزول: اسباب نزول کا علم اس لئے ضروری ہے کہ یہ علم بڑی حد تک آیت کا مفہوم سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ مفسر جس آیت کی تشریح کر رہا ہوتا ہے۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ آیت کن حالات میں کب اور کس واقعہ کے پس منظر میں اتری اور کہاں نازل ہوئی؟

۵۔ علم تاریخ: مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ تاریخ اسلام سے مکمل طور پر واقف ہو کیونکہ قرآن کی اکثر آیات قصص و واقعات پر مشتمل ہیں اس میں سابقہ اقوام کے واقعات کے ساتھ ساتھ حالات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اس لئے مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ تاریخ کے جملہ پس منظر میں مہارت رکھتا ہو۔

۶۔ علم الناسخ والمنسوخ: یہ کہ قرآن پاک کی کتنی آیات منسوخ ہیں اور انہیں کن آیات نے منسوخ کیا ہے؟ اس علم سے روشناس ہونے کے بعد مفسر کو معلوم ہوتا ہے کہ کونسی آیت محکم ہے اور کون سی نہیں؟ جو شخص اس علم سے بیگانہ ہو وہ بعض اوقات ایک منسوخ حکم کے مطابق تفسیر کر کے خود گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔

۷۔ علم القرأت: ایک مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم قرأت سے بخوبی واقف ہو کیونکہ بعض الفاظ کی قرأت میں جس قدر وجوہ کا احتمال ہو، اس علم کے ذریعے مفسر قابل ترجیح پہلو کو جان لے گا۔

۸۔ اصول فقہ: اصول فقہ وہ علم ہے جس کی بنا پر آیات قرآنی سے مسائل و احکام کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس کا جاننا بھی مفسر کے لئے ضروری ہے۔

۹۔ علم لغت: علم لغت کی مدد سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ فلاں مفرد کو کس معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہے اس ضمن میں لغت سے معمولی آشنائی کافی نہیں۔ بلکہ خصوصی وسعت و مہارت ضروری ہے اس لئے کہ بعض اوقات ایک لفظ مشترک ہوتا ہے اور اس کے کئی معنی ہوتے ہیں۔

۱۰۔ علم نحو: مفسر کے لئے علم نحو میں بھی مہارت حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اعرابی حالت کی تبدیلی سے بھی معنی میں کافی فرق آ جاتا ہے مثلاً قرآن مجید کے الفاظ "انعمتَ علیھم" (الفاتحہ) میں ت پر زبر کی بجائے پیش پڑھ دی جائے تو کفر کا خطرہ ہے۔

۱۱۔ علم صرف: علم الصرف ہی کی مدد سے کسی لفظ کے وزن اور صیغے کا پتہ چلتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اس علم کا سیکھنا بھی مفسر کے لئے ضروری ہے مشہور نحوی ابن فارس کا قول ہے کہ:

"جو شخص علم صرف سے محروم رہا۔ وہ علم کے ایک بہت بڑے حصے سے نابلد رہا"

مثال کے طور پر "واجد" ایک مبہم لفظ ہے لیکن جب اس کے مشتقات کو دیکھا جائے گا تو اس کے [illegible] مفہوم کا پتہ چلے گا۔

۱۲۔ علم الاشتقاق: اس کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ جب کوئی اسم دو مختلف مادوں سے مشتق ہو [illegible] کے مشتقات سے مادہ کے فرق و اختلاف کا پتہ چل جاتا ہے مثلاً "مسیح" ایک اسم ہے اس کے دو [illegible] ہو سکتے ہیں۔ ایک سیاحت اور دوسرا مسح۔ پہلے مادے کے اعتبار سے "مسیح" کے معنی "سیاحت کرنے والا" ہوئے۔ دوسرے مادہ کے لحاظ سے اس کے معنی ہوئے "چھونے والا" چنانچہ اس معنوی فرق کا علم، علم اشتقاق سے ہوتا ہے۔

۱۳۔ علم معانی، بیان و بدیع: ان تینوں علوم کو علم البلاغت کہا جاتا ہے یہ علوم مفسر کے لئے ازحد ضروری ہیں کیونکہ علم معانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام کی مخصوص تراکیب سے کیا مفہوم پیدا ہوتا ہے؟ علم بیان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلاں قسم کی تراکیب اپنا مفہوم ادا کرنے میں واضح ہیں یا پوشیدہ؟ اور علم البدیع کی مدد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کلام کو حسین اور پرکشش کیونکر بنایا جاسکتا ہے؟

۱۴۔ علم الموھبہ: مطالعہ قرآن وحدیث رسولؐ اور ان پر عمل کرنے سے انسان میں ایک خاص قسم کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ قرآن مجید کو صحیح سمجھ سکتا ہے اور اس کی تفسیر کر سکتا ہے۔ یہ خاص اہلِ ایمان لوگوں کا حصہ ہے۔ اقبال نے سچ کہا تھا ؎

تیرے نفس پہ نہ ہو جب تک نزول قرآن
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

© rasailojaraid.com